۱۸۲۸ء کی دلی کا شماریاتی جائزہ: ایک اہم دستاویز کا قلمی نسخہ

نجیبہ عارف*

انیسویں صدی کے پہلے نصف میں دلی مغل سلطنت کے زوال اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط و عروج کے باعث دو بڑی تہذیبوں کا ایسا سنگم بن چکی تھی جہاں مغلوں کے جلال و جمال کے آثار بھی نمایاں تھے اور مغربی سیاست و انتظام کے نتائج بھی واضح دکھائی دیتے تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی عملی طور پر مغل پایۂ تخت کا انتظام و انصرام سنبھال چکی تھی مگر لال قلعے کے اندر ایک نمائشی بادشاہ کی موجودگی عوام بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں کے لیے یک گونہ تسلی، بلکہ خود فریبی کا سامان بنی ہوئی تھی۔ اس صدی کے پہلے عشرے میں اکبر شاہ ثانی (ح، ۱۸۰۶۔۱۸۳۷) مغل سلطنت کے باشاہ کی حیثیت سے تخت نشیں ہو چکے تھے۔دوسری طرف ایسٹ انڈیا کمپنی کے نمائندے ریزیڈنٹ یا پولیٹیکل ایجنٹ کے طور پر مغل دربار میں موجود تھے اور درپردہ تمام امور سرانجام دے رہے تھے۔ ۱۸۰۳ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک کل گیارہ انگریز افسران اس عہدے پر فائز رہے جن میں سے تین نے دو دو مرتبہ اور ایک نے تین مرتبہ یہ خدمات سرانجام دیں۔

اس دوران انگریزوں نے ہندوستان پر مکمل تسلط حاصل کرنے کے لیے تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔ان تیاریوں میں کئی محاذوں پر تصادم کی پیش بینی کر کے ان کا توڑ کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ جنگی حکمت عملی کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہوتا ہے کہ مخالفین کی قوت کے مراکز، ان کی اخلاقی و تہذیبی طاقت اور انتظامی مشینری کے بارے میں مکمل اور معتبر معلومات حاصل کی جائیں اور ان معلومات کی بنیاد پر حکمت عملی وضع کی جائے۔یہی وجہ ہے کہ برطانوی کتب خانوں میں ایسے روزنامچوں کے قلمی نسخے موجود ہیں جن میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے مقرر کردہ مقامی افراد نے مخبر کے طور پر ہندوستان کے طول و عرض کا سفر کر کے، ہندوستان بھر کے اہم شہروں، قصبوں اور علاقوں کے بارے میں ضروری معلومات درج کیں اور واپس آکر اپنے آقاؤں کی خدمت میں پیش کر کے ان کی خوش نودی حاصل کی۔

ایسی ہی ایک رپورٹ ایڈنبرا یونی ورسٹی کے کتب خانے کے شعبۂ آرکائیوز میں موجود ہے جو دہلی شہر کے

* پروفیسر شعبہ اردو، انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی، اسلام آباد

بارے میں تمام معلومات کا شماریاتی جائزہ پیش کرتی ہے۔ یہ ایک قلمی نسخہ ہے جو اس کتب خانے کے ذخیرۂ مخطوطاتِ شرقیہ (Oriental Manuscripts) میں ۵۳۱ نمبر پر موجود ہے-Or. MS. 531 دراصل متفرق مخطوطات کا مجموعہ ہے جنھیں ایک جلد میں باندھا گیا ہے۔ ان مخطوطات میں مختلف معاہدوں کی دستاویزات، مختلف علاقوں کے نقشہ جات اور دیگر متفرق موضوعات پر اہم دستاویزات شامل ہیں۔ مذکورہ رپورٹ اس جلد کے ورق ۶۰ الف سے ۷۵ ب تک کے سولہ اوراق (۳۲ صفحات) پر مشتمل ہے۔ تاہم منسلکہ رپورٹ میں صفحات ۷۳ ب اور ۷۴ الف موجود نہیں۔[۱]

اس جلد میں شامل تمام مخطوطات کا تعارف ایک فہرست میں کروایا گیا ہے۔ فہرست یا مخطوطے میں کہیں بھی رپورٹ کے مصنف یا اس کے ماخذ کا ذکر نہیں ہے؛ نہ یہ بتایا گیا ہے کہ یہ مخطوطہ کس طرح اس ذخیرے میں پہنچا۔ فہرست میں اس مخطوطے کے بارے میں درج ذیل جملے درج ہیں:

> A series of statistics of Delhi, compiled, according to the note from various sources, dated Delhi, December 12th 1828. The statistics relate to the private and public officials and servants, the population etc. public buildings, schools, cemeteries, wells, gardens and the like.

تاہم مخطوطے کے پہلے صفحے کی پیشانی پر انگریزی میں یہ الفاظ لکھے ہیں جو اصل مخطوطے کا حصہ نہیں ہیں بلکہ بعد میں ہاتھ سے شکستہ خط میں لکھے گئے ہیں:

Statistics of Delhi--------- (تین لفظ جو پڑھے نہ جا سکے)

Delhi Dec. 10th 1828

۲۸ میں آٹھ کا ہندسہ اس طرح لکھا گیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سات کا ہندسہ لکھا گیا تھا، بعد میں اسے آٹھ کر دیا گیا۔ اس سے فہرست میں درج سنہ ۱۸۲۸ء کے بارے میں شبہ پیدا ہوتا ہے کیوں کہ فہرست میں تاریخ بھی دس کے بجائے بارہ لکھ دی گئی ہے۔ بہرحال یہ بات مخطوطے سے ظاہر ہوتی ہے کہ یہ رپورٹ ۱۸۲۷ء یا ۱۸۲۸ء میں مرتب ہوئی ہے اور گمان غالب ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے کسی افسر کے ایما پر کسی ہندوستانی اہل کار یا منشی نے تیار کی ہوگی۔ اس گمان کو اس امر سے تقویت ملتی ہے کہ اس سے پہلے بھی اس نوعیت کی کچھ رپورٹیں اور کتابیں ایسٹ انڈیا کمپنی کے افسران کی ہدایت پر مرتب کی جا چکی تھیں۔ ان میں سے ایک منشی شیام پرشاد کی کتاب کیفیاتِ مکانات قلعہ گوڑ، لکھنوتی (۱۸۱۰ء) ہے، جو اس نے میجر ولیم فرینکلین (۱۷۶۳-۱۸۳۹)[۲] کی فرمائش پر لکھی (بیگ ۱۹۸۲، ج)۔ چارلس ریو (۱۸۲۰-۱۹۰۲: Charles Rieu) نے بھی اپنی فہرست فارسی

مخطوطات میں جیمز اسٹیفن لوشنگٹن (James Stephen Lushington) کا ذکر کیا ہے جو ۱۸۲۵ء اور ۱۸۲۶ء میں قائم مقام کلکٹر اور مجسٹریٹ آگرہ رہے تھے اور جنھوں نے گورنمنٹ کالج آگرہ کے طلبہ کو ایک اشتہار کے ذریعے یہ ترغیب دی تھی کہ وہ آگرہ شہر کی عمارتوں کا حال لکھیں۔[۳] اس کے جواب میں کالج کے دو طالب علموں نے ۱۸۲۵ء میں دو کتابیں لکھیں (بیگ ۱۹۸۲، ج)۔ ان میں سے ایک لالہ سیل چند کی تفریح العمارات ہے اور دوسری مانک چند کی احوال شہر اکبر آباد، جس کا ذکر ریو نے اپنی فہرست میں کیا ہے۔[۴] ایسی ہی کچھ اور کتابوں کے قلمی نسخوں کا ذکر بھی ریو کی فہرست میں ملتا ہے جن میں مختلف علاقوں کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی تھیں۔ مثال کے طور پر ریاست ٹونک کے بارے میں ایک مخطوطہ معروف الہند کے نام سے ان کی فہرست میں درج ہے (ریو ۱۸۸۳، ۱۰۳۵)۔ ایسی ہی چند اور کتابوں کے بارے میں مجمل معلومات ریو کی فہرست میں درج ہیں۔

انیسویں صدی کی تیسری دہائی تک صرف ایک کتاب ایسی ملتی ہے جس میں خاص دہلی کی عمارات اور دیگر مشہور مقامات کا حال بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مرزا سنگین بیگ کی تصنیف سیر المنازل ہے۔ متنی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کی ترتیب و تصنیف کا آغاز ۱۸۲۱ء سے پہلے ہوا اور یہ ۱۸۲۷ء سے پہلے اختتام کو پہنچی۔[۵] کتاب کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے مصنف نے ڈیڑھ صفحے میں سر چارلس میٹکاف (Sir Charles Theophillus Metcalfe: 1785-1846)[۶] کی شان میں قصیدہ گوئی کی ہے جو اس تصنیف کے اصل محرک تھے۔ اس فارسی کتاب کے کئی نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ان میں سے دو کا ذکر ریو نے اپنی فہرستِ فارسی مخطوطات میں کیا ہے جو برٹش میوزیم میں محفوظ ہیں۔ ہندوستان میں بھی اس کتاب کے دو نسخے موجود ہیں جن میں سے ایک نیشنل آرکائیوز دہلی اور دوسرا لال قلعے کے میوزیم میں ہے۔ ان دونوں نسخوں کی مدد سے ڈاکٹر شریف حسین قاسمی نے اصل فارسی متن اور اس کا اردو ترجمہ مع حواشی مرتب کر کے غالب انسٹی ٹیوٹ دہلی سے طبع کروایا ہے۔ بعد میں اس کتاب کے انگریزی تراجم بھی شائع ہوئے (چناے ۲۰۱۸، بیگ، Sairul Manazil ۲۰۱۷)۔ اس کتاب میں دہلی کے بارے میں نہایت اہم معلومات کا ذخیرہ موجود ہے۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے جس میں دہلی کی جیتی جاگتی اور رواں دواں زندگی کو قلم بند کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کا موضوع صرف تاریخی عمارتیں اور اہم شخصیات ہی نہیں بلکہ دلی کے بازار، گلی کوچے، دکانیں اور ٹھیلے، کنویں اور سرائیں، حکیم اور شاعر، طوائفیں اور ان کے کوچے، مزارات اور قبرستان، مندر اور مسجدیں، پل اور سڑکیں، حوض اور نہریں، سبھی کچھ ہے۔ اگرچہ اس کتاب کی تصنیف کا حکم دینے والے "صاحبان عالی شان" دہلی شہر کے بارے میں یہ معلومات اپنے استعماری مقاصد کی تکمیل کے لیے حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن اس بہانے سے دلی شہر کے وہ مناظر اس کتاب

کے صفحات میں محفوظ ہو گئے ہیں جو ۱۸۵۷ء کے بعد نیست و نابود ہو گئے تھے۔ قدیم انداز میں لکھی گئی یہ کتاب ابواب بندی اور اس نوع کی تنظیم و ترتیب سے محروم ہے اور شروع سے آخر تک مختلف معلومات کو سرخیوں کے تحت بیان کرتی جاتی ہے لیکن اس بے ترتیبی میں سیر دہلی کا لطف ضرور شامل ہے۔ کتاب پڑھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاری شہر کے ایک کنارے سے داخل ہوا اور یونہی بغیر کسی خاص منصوبے کے، کبھی ایک سمت کو چل پڑا اور کبھی دوسری طرف کو نکل کھڑا ہوا۔ راہ میں جو جو کچھ آتا گیا، اسے دیکھتا اور اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتا چلا گیا۔ مصنف نے عمارتوں اور مزارات کے کتبے بھی نقل کیے ہیں اور ان کی تاریخ بھی بیان کی ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ عمارتوں کی ملکیت کے بارے میں بھی اپنی معلومات کا اظہار کیا ہے جو شاید کمپنی کے افسران کا اصل مقصد تھا (بیگ, Sairul Manazil ۲۰۱۷, ۱۴)۔

سیر المنازل کے بعد اس سلسلے کی دوسری اہم کتاب سر سید احمد خان کی آثار الصنادید (۱۸۴۷ء) ہے۔ یہ کتاب سیر المنازل کے تقریباً بیس برس بعد مرتب ہو کر طبع ہوئی اور اسی شخصیت، یعنی سر چارلس میٹکاف، کے نام معنون ہوئی جس کی ہدایت پر سیر المنازل لکھی گئی تھی۔ کتاب کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے سر سید لکھتے ہیں کہ مدت سے وہ اس فکر میں تھے کہ اگر کچھ مہلت ملے تو ایک کتاب کا ایسا نسخہ لکھا جائے "کہ سوادِ شاہ جہاں آباد اور درونِ شہر کے مکانات، نیز قلعۂ مبارک کا حال اور ساکنانِ شہر کی وضع قطع کا احوال بھی اس میں مندرج ہو۔" (خان ۲۰۱۷, ۱۹) اگرچہ اس کتاب کی غرض و غایت میں کہیں یہ بیان نہیں ملتا کہ اس میں ان کے انگریز احباب کی خواہش یا فرمائش کا عمل دخل بھی تھا لیکن کتاب کو جن الفاظ میں چارلس میٹکاف سے منسوب کیا گیا ہے (خان ۲۰۱۷, ۲۰)، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں معلوم تھا کہ اس کتاب کی قدر دانی ان صاحبان سے بڑھ کر کوئی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا یہ بات خلاف قیاس نہیں کہ انھیں اس کتاب کے مرتب کرنے کا خیال میٹکاف یا دیگر انگریز صاحبان سے تبادلۂ خیال کے دوران آیا ہو اور اسی سبب سے انھوں نے اسے میٹکاف کے نام معنون کیا ہو۔

سیر المنازل کے برعکس سر سید احمد خان کی کتاب زیادہ مرتب و منظم انداز میں تصنیف کی گئی ہے۔ اس کے مندرجات کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں شہر کی عمارتوں کا حال درج ہے، دوسرے باب میں قلعۂ معلّیٰ کی عمارتوں کا بیان ہے، تیسرا باب خاص شاہ جہاں آباد کے بارے میں اور چوتھا باب دلی اور دلی کے لوگوں کے متعلق ہے۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ اس کتاب میں ایسی بہت سی معلومات موجود نہیں جو مرزا سنگین بیگ کی سیر المنازل میں موجود ہیں، حالانکہ سر سید احمد خان نے سنگین بیگ کی نسبت کہیں زیادہ تحقیق و جستجو سے کام لیا ہے۔

اس سے خیال ہوتا ہے کہ پندرہ بیس برس کی مدت میں وہ آثار مٹ چکے ہوں گے اور سرسید کے زمانۂ تصنیف میں ان کا وجود باقی نہ رہا ہو گا۔

۱۸۵۷ء سے قبل کی دلی کے بارے میں تیسری کتاب رام جی داس کی ذکرِ اموراتِ عام ضلع دہلی ہے۔ اس کتاب کا وحید نسخہ پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل نے حال ہی میں دریافت کر کے مرتب کیا ہے اور تاریخ و آثارِ دہلی کے عنوان سے زیرِ طبع ہے جس میں پروفیسر عقیل کا ایک وقیع اور معلومات سے بھرپور مقدمہ اور حواشی بھی شامل ہیں۔ اس کتاب کے مصنف رام جی داس، ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم تھے اور ملازمت سے سبک دوشی کے بعد اپنے افسر کرنل جورج ولیم ہملٹن (Colonel George William Hamilton:۱۸۰۷۔۱۸۶۸) کی ہدایت پر ۱۸۵۴ء میں انھوں نے یہ کتاب مرتب کی تھی۔ یہ کتاب کل تین حصوں میں منقسم ہے۔ پہلی فصل میں زمانۂ قدیم سے زمانۂ تصنیف تک شہر کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ دوسری فصل میں شہر کی عمارتوں اور دیگر آثار کا بیان ہے، جب کہ تیسری فصل میں شہر کے انتظامی امور اور شہری بندوبست کی اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے۔ اپنے مندرجات کے اعتبار سے یہ ایک بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے کیوں کہ اس میں مصنف نے بہت سی باتیں اپنی سرکاری نوکری اور روزمرہ زندگی کے مشاہدات و تجربات کی بنا پر تحریر کی ہیں۔ کتاب میں مصنف نے مختلف سرخیوں، مثلاً قلعے، درگاہیں، مندر، سرائے وغیرہ کے تحت متعلقہ معلومات اجمالی انداز میں بیان کی ہیں جن سے ایک نظر میں شہر کے اہم مقامات کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ پروفیسر عقیل کے مطابق اس میں کچھ ایسی عمارات کا ذکر بھی موجود ہے جو پہلی دونوں کتابوں میں نہیں ملتا (داس، تاریخ و آثارِ دہلی غیر مطبوعہ، ۱۵)۔

آثار الصنادید اور ذکرِ اموراتِ عام ضلع دہلی کی تصنیف سے قبل اور سیر المنازل کی تصنیف و تالیف کے بعد کے عرصے میں یعنی ۱۸۲۷ء۔۲۸ء کے دوران مرتب ہونے والی یہ رپورٹ، جس کا قلمی نسخہ ایڈنبرا یونی ورسٹی کے کتب خانے کے شعبۂ آرکائیوز میں موجود ہے، قدرے مختلف انداز میں معاصر دلی کے بارے میں معلومات فراہم کرتی ہے۔ یہ رپورٹ فارسی زبان میں لکھی گئی ہے اور اس کے ہر صفحے پر مختلف عنوانات کے تحت مختصر معلومات درج کی گئی ہیں۔ رپورٹ کیوں اور کس کے ایما پر مرتب کی گئی؟ رپورٹ مرتب کرنے والا کون تھا اور اس کی معلومات کا ماخذ کیا تھا؟ اس بارے میں کچھ بھی رپورٹ کے مندرجات سے واضح نہیں ہوتا۔ البتہ آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ رپورٹ مرتب کرنے والا کوئی مسلمان تھا۔ اپنے مندرجات کے اعتبار سے یہ کسی علمی کتاب کا مسودہ معلوم نہیں ہوتا بلکہ محض اعداد و شمار کا مجموعہ ہے۔ یہ رپورٹ خط نستعلیق میں لکھی گئی ہے اور درمیانے قط کا قلم استعمال کیا گیا ہے۔

اپنے مندرجات کے اعتبار سے یہ اگرچہ مفصل بیانات اور معلومات سے محروم ہے لیکن اس کی اہمیت کا دارومدار وہ اعداد و شمار ہیں جو دلی کی شہری زندگی پر خاطر خواہ روشنی ڈالتے ہیں۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رپورٹ کسی علمی و ادبی مقصد کے لیے نہیں، بلکہ سیاسی و انتظامی امور کے لیے تیار کی گئی تھی۔ ان اعداد و شمار کی تصدیق کے ذرائع تو میسر نہیں لیکن بعض مقامات پر رپورٹ تیار کرنے والے کی کم کوشی کا اظہار ضرور ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر شہر کی سراؤں کا بیان کرتے ہوئے وہ صرف تین سراؤں کا ذکر کرتا ہے جب کہ سیر المنازل میں اس سے کہیں زیادہ سراؤں کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح شہر پناہ کی کھڑکیوں یا دریچوں کی تعداد اس رپورٹ میں چار درج کی گئی ہے جب کہ آثار الصنادید میں یہ تعداد کہیں زیادہ ہے۔ اس کے باوجود اس رپورٹ کے مندرجات تاریخی اہمیت کے حامل ہیں اور ایک ایسی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں جو معاصر شہادت کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے۔ کم از کم یہ رپورٹ اس امر کی گواہی تو دیتی ہے کہ اس دور میں مستقبل کے حکمران کتنی سنجیدگی سے یہ معلومات حاصل کر رہے تھے کہ شہر میں کتنے تھانے اور کتنے سپاہی ہیں اور ان میں سے کتنے سپاہی مسلح ہیں۔ چوکی داروں کی تعداد کیا ہے اور شہر کی کل آبادی کتنی ہے۔ اس آبادی میں کتنے مرد اور کتنی عورتیں ہیں، کتنے لڑکے اور کتنی لڑکیاں ہیں۔ شہر کے امرا اور سرکردہ افراد کون کون سے ہیں۔ سڑکیں، پل، بازار اور کنویں کتنے ہیں۔ کتنے کنویں میٹھے اور کتنے کھارے ہیں۔ کتنے مکانات پختہ اور کتنے خام ہیں۔ کتنی مسجدیں اور کتنے دوازے ہیں۔

دل چسپ بات یہ ہے کہ اس زمانے میں دلی میں بیسیوں انگریز صاحبان قیام پذیر تھے۔ ان کی کوٹھیاں اور رہائش گاہیں شہر میں معروف تھیں اور ان کے ہاں ادبی و سماجی محافل بھی منعقد ہوتی تھیں۔ سیر المنازل میں ان کے نام اور ان کی رہائش گاہوں کا محل وقوع درج کیا گیا ہے۔ شمس الرحمان فاروقی کے ناول کئی چاند تھے سر آسماں میں ان محفلوں کا مفصل حال ملتا ہے لیکن اس رپورٹ میں کہیں بھی، کسی انگریز افسر یا اہل کار کا نام، اس کی قیام گاہ یا ان سے متعلق کسی قسم کی کوئی معلومات نہیں ملتیں۔ اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ رپورٹ ایسٹ انڈیا کمپنی نے صرف مقامی افراد اور ان کے مقام، ملکیتی جائداد اور شہری سہولت کے اداروں کے بارے میں جاننے کے لیے مرتب کروائی ہوگی۔

یہ بھی واضح ہے کہ یہ رپورٹ دلی شہر کی تاریخ اور اس کی عظمت کی یاد کو محفوظ کرنے کے لیے نہیں بلکہ مستقبل کے حکم رانوں کی منصوبہ بندی کے لیے تیار کی گئی تھی۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی تو محض ایک بہانہ تھا۔ انگریزوں نے انتقالِ اقتدار کی بھرپور تیاری کئی برسوں سے کر رکھی تھی اور اس کے لیے پوری طرح تیار تھے۔ غلبہ و تسلط کے لیے معلومات کا حصول کتنا اہم ہوتا ہے اور اس کے لیے کن کن علوم و فنون کو استعمال کیا جا سکتا ہے، اس کا اندازہ اس رپورٹ سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

اس مخطوطے کا عکس مع ایک اجمالی تعارف صحیفہ (لاہور) میں شائع ہو چکا ہے۔ (عارف اکتوبر ۲۰۱۱۔ جون ۲۰۱۲)۔ ذیل میں اس کے مکمل متن کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ مخطوطے کے اوراق نمبر [] کے اندر درج کیے گئے ہیں۔ اس رپورٹ کا پہلے ورق کا نمبر ۶۰ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مجلد نسخے میں اس سے پہلے کے صفحات پر دیگر مخطوطات باندھے گئے ہیں اور مکمل جلد کی اوراق شماری کی گئی ہے۔ یہ رپورٹ اس جلد کے صفحات ۶۰ الف سے ۷۵ بے پر محیط ہے۔ رپورٹ میں تمام اعداد الفاظ میں لکھے گئے ہیں لیکن ان کے ساتھ فارسی اور عربی ہندسے بھی درج ہیں۔ اردو میں ہندسوں کو قوسین میں درج کیا گیا ہے۔ جہاں کوئی لفظ پڑھنے میں دقت ہوئی وہاں [؟] کی علامت ڈال دی گئی ہے۔

[ص ۶۰ الف]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشہ مکاناتِ مشہور، خاص دارالخلافہ شاہ جہاں آباد

شہر کے تھانوں اور کوتوالیوں کی تعداد:	تیرہ (۱۳)
کوتوالی:	ایک (۱)
تھانہ جات:	بارہ (۱۲)
تھانہ گزر دریبہ	

[ص ۶۰ بے]

تھانے داروں کی تعداد:	بارہ (۱۲)
کوتوال:	ایک (۱)
تھانے دار:	گیارہ (۱۱)

[ص ۶۱ الف]

تھانوں اور کوتوالیوں میں جمع داروں اور محرروں کی تعداد:	اٹھائیس (۲۸)
کوتوالی کے محرر:	چار (۴)
تھانوں کے محرر:	بارہ (۱۲)
تھانوں کے جمع دار:	بارہ (۱۲)

[ص ۶۱ ب]

شہر کے تھانوں میں برق اندازوں کی تعداد: ایک سو اڑسٹھ (۱۶۸)

چبوترہ کوتوالی میں: بارہ (۱۲)

تھانوں میں: ایک سو بیس (۱۲۰)

بیرونی تھانوں میں: چھتیس (۳۶)

تھانوں کے برق اندازوں کے علاوہ دیگر برق انداز جو حوالات خانہ چبوترہ کوتوالی میں [مقرر] ہیں: چوالیس (۴۴)

سپاہی: چالیس (۴۰)

جمع دار: ایک (۱)

حوال دار: دو (۲)

لیس [؟]: ایک (۱)

[ص ۶۲ الف]

شہر کے چوکی داروں کی تعداد اور زرِ چوکی داری[۷]

چوکی داران: ۴۲۶

زر چوکی داری: ایک ہزار چار سو چھیاسٹھ

[ص ۶۲ ب]

شہر پناہ کے دروازوں کے دربانوں کی تعداد: پندرہ (۱۵) آدمی

دروازوں کے دربان: گیارہ (۱۱) آدمی[۸]

کشمیری دروازہ	کابلی دروازہ	لاہوری دروازہ
اجمیری دروازہ	ترکمان دروازہ	دہلی دروازہ
بدرو دروازہ	راج گھاٹ	نگم بودہ
لال دروازہ	دروازہ گھاٹ کیلہ	

دریچوں کے دربان: چار (۴) آدمی[۹]

زینت المساجد — کھڑکی بہادر علی خان

کھڑکی نگم بودہ — کھڑکی فراش خانہ

[ص ۶۳ الف]

شہر کے افراد کی تعداد:	ایک لاکھ بیس ہزار نو سو ایک (۱۲۰۹۰۱)
مرد:	اکتالیس ہزار آٹھ سو پانچ (۴۱۸۰۵)
عورتیں:	تینتالیس ہزار دو سو چار (۴۳۲۰۴)
بچے:	اٹھارہ ہزار نو سو اٹھائیس (۱۸۹۲۸)
بچیاں:	سولہ ہزار نو سو چونسٹھ (۱۶۹۶۴)

[ص ۶۳ بے اور ۶۴ الف]

شہر کے مہاجنوں کی تعداد: ستاون (۵۷)

نانک چند	جو گدھان داس	رام ناتھ
گلاب رائے مہر چند	سالگ رام منی رام	رام کشن مگنی رام
سدا رام کیسو داس	کشن پرشاد متھرا داس	دیپ چند متھرا داس
بلدیو سہائے منسکھ رائے [؟]	لالہ شگن چند	موجی رام دولت رام
فتح چند مرلی دھر	جمنا داس موتی رام	رتن سنگھ صاحب سنگھ
منگت رائے سنساری مل [؟]	روشن رائے مہر چند	سورج بھان پیم راج
کروڑ مل سوار مل	دھرم داس جوگ راج	سیڈھ مل شیو پرشاد
گوکل چند کنھیا لال	سمر چند متھرا داس	بخشی رام موہن لال
موہن لال رام جی داس	بھیم سنگھ سوال	اوتم چند بولا فید اس
نند کشور بھولا ناتھ	بال مکند [؟] بہاری لال	دیبی داس جگدیش رائے
دیبہ سہائے ولی رام	دیو کی سنگھ جیون مل	رادھا کرشن آسکرن
بال مکند [؟]	لکھ میر چند منی رام	خوب چند چین سکھ
اندرجیت پنا لال	بسنت رائے رتن چند	چیت رائے فقیر چند
مدن موہن رام رتن	دال چند جیٹھہ مل	مہربال داس آسکرن
گیان چند صاحب رام	جمنا داس بہادر سنگھ	سنر داس سالگ رام
چھجو مل بدیبی چند	رام جی داس مکھن لال	بشن دیال سیٹھ

تاراچند رام چند سیٹھ	میرزا مل مگنی رام	بھگوان داس
سوداگر مل	ایشری سنگھ گوروالا	رنجیت سنگھ گوروالا
روپ چند چین سکھ	لالہ اجودھیا پرشاد	لالہ سدہ گوپال

[ص ۶۴ ب، ۶۵ الف اور ۶۵ ب]

شہر کے امرا کی تعداد: انچاس (۴۹)

نواب محمد میر خان	نواب حسام الدین بہادر خان
راجا جی سکھ رائے پسر بخشی بھوانی شنکر	میرزا اشرف بیگ خان
بخشی میرزا محمود خان	راجا صاحب رام مختار شاہ اودھ
نواب احمد قلی خان	نواب عبد اللہ خان خلف نواب غلام محمد خان

نواب عبد الرحمان خان پسر نواب غلام محمد خان رام پوری نواب یعقوب علی خان برادر زادہ نواب غلام قادر خان

نواب نجف علی خان و نواب عطا اللہ خان	نواب اعظم الدولہ میر محمد خان قرابت دار
	نواب عبد الاحد خان
نواب قدرت اللہ بیگ خان	نواب رکن الدولہ
نواب غلام حسین خان پسر نواب فیض اللہ بیگ خان	نواب شمس الدین خان پسر کلاں نواب احمد بخش خان
نواب خادم حسین خان پسر نواب افراسیاب خان	نواب نوازش خان
نواب پرورش خان	نواب اکبر علی خان پسر نواب فیض علی خان
غلام محی الدین خان پسر شاہ حاجی	میدھو خان
نواب نیاز احمد خان نواسہ مسجد الدولہ عبد الاحد خان	سردار سنگھ و لچھمن سنگھ پسران راجا سر سنگھ
نواب دوندی خان	نواب مغل بیگ خان
نواب غلام رسول خان	راجا سوہم لال
راجا جی سکھ رائے	راجا کیدار ناتھ
راجا سیڑھ مل	حافظ عبد الرحمان خان
نواب مصطفیٰ خان	نواب محمد علی خان
نواب وحید الدین خان	نواب بہادر جنگ خان

نواب شیر جنگ خان
اکبر خان پسر فیض اللہ خان بنگش
میر چھبو صاحب
نواب میر حامد علی خان
میر حیدر حسن خان
نواب زین العابدین خان
میرزا مغل بیگ خان
نواب قلندر علی خان
نواب ذوالفقار الدولہ پسر میرزا بخشی محمود خان
نواب مظفر الدولہ داماد میرزا بخشی محمود خان
نواب فتح اللہ بیگ خان
نواب امین الدین خان
نواب فیض محمد خان بہر تج [؟]

[ص۶۶الف]

شہر کے مشہور حکیموں کی تعداد [خلاف دستور یہاں کل تعداد درج نہیں۔ صرف انیس(۱۹) حکیموں کے نام درج ہیں۔]

حکیم منور خان
حکیم امام الدین خان
حکیم رکن الدین خان
حکیم اسد علی خان
حکیم تفضل حسین خان
حکیم قطب الدین خان
حکیم شرف الدین خان
حکیم احسن اللہ خان
حکیم قدرت اللہ خان
حکیم عزیز اللہ خان
حکیم امام بخش
حکیم محمد حسن
حکیم غلام حیدر خان
حکیم غلام حسن خان
حکیم غلام رضا خان
حکیم جیون سنگھ داماد حکیم اجیت سنگھ

[ص۶۶ب]

شہر کے پختہ مکانات کی تعداد: سترہ ہزار پانچ سو چونسٹھ (۱۷۵۶۴)

[ص۶۷الف]

چھپر والے مکانات کی تعداد: پانچ ہزار پانچ سو ساٹھ(۵۵۶۰)

[ص۶۷ب]

کھپریل والے مکانات کی تعداد: تین سو بیالیس(۳۴۲)

[ص۶۸الف]

مساجد کی تعداد: ایک سو چھیانوے(۱۹۶)

[ص ۶۸ ب]

سادہ۔

[ص ۶۹ الف]

اسکولوں یعنی مدرسوں کی تعداد:	بیانوے (۹۲)
حکومت کی طرف سے مقرر کردہ:	دو (۲)
بیرونی اجمیری دروازہ، فارسی و عربی و ہندی:	ایک (۱)
دریا گنج کے مقام پر، اندرونِ شہر، اسکول انگریزی:	ایک (۱)
غیر سرکاری:	نوے (۹۰)
ہندی: انتیس (۲۹)	
فارسی: اکسٹھ (۶۱)	

[ص ۶۹ ب]

سادہ

[ص ۷۰ الف]

تکیوں، یعنی قبرستانوں کی تعداد:	اکتیس (۳۱)

[ص ۷۰ ب]

سرائے یعنی مسافروں کے لیے قیام گاہوں کی تعداد:	تین عدد (۳)[۱۰]
سرائے فیض اللہ خان بنگش:	ایک (۱)
سرائے شاہ صابر بخش:	ایک (۱)
سرائے محمد خان کڑوڑا:	ایک (۱)

[ص ۷۱ الف]

دہروں اور ٹھاکر دواروں کی تعداد:	ستاسی (۸۷)

[ص ۷۱ ب]

سادہ۔

[ص ۷۲ الف]

شہر کی سڑکوں اور شاہ راہوں کی تعداد: گیارہ (۱۱)

[ص ۷۲ ب]

شہر کے کوچوں اور بازاروں کی تعداد: تین سو ستانوے (۳۹۷)

[ص ۷۳ الف]

سادہ۔

[ص ۷۳ ب اور ۷۴ الف]

عکس موجود نہیں۔

[ص ۷۴ ب]

شہر کے مشہور مقامات: اکیس (۲۱)

مسجد جامع	مسجد اکبر آبادی	مسجد فتح پوری
مسجد کلاں عرف کالی مسجد	مسجد طلائی قلعہ کے سامنے	مسجد طلائی کوتوالی چبوترے کے سامنے
کلاں محل عرف کالا محل	لعل چاہ	باولی شور
چتلی قبر	مدرسہ شاہ عبدالعزیز	حویلی نواب منصور علی خان جسے دلکشا کہتے ہیں
حوض قاضی	حویلی بدل[؟] بیگ خان	حویلی مظفر خان
حویلی بخشی بھوانی شنکر	گوریاپل[؟]	زینت باری
زینت المساجد	خونی دروازہ	شیشہ محل مرزا اشرف بیگ

ص (۷۵ الف)

پختہ اور خام کنویں، میٹھے اور کھارے پانی کے: پانچ سو چھے (۵۰۶)

کھاری پانی کے کنویں:	چار سو پچپن (۴۵۵)
میٹھے پانی کے کنویں:	بتیس (۳۲)
خام:	آٹھ عدد (۸)
مسدود:	اکیس (۲۱)

[ص ۵۷ب]

تعداد باغات: نو عدد (۹)

حوالہ جات:

۱۔ عین ممکن ہے کہ مخطوطے کا عکس بناتے ہوئے یہ صفحات کسی وجہ سے عکس بند نہ ہو سکے ہوں اور اصل مخطوطے میں موجود ہوں۔ اگر کوئی محقق ایڈنبرا یونی ورسٹی کے کتب خانے تک رسائی رکھتا ہو تو وہ ان کی موجودگی یا غیر موجودگی کی تصدیق کر سکتا ہے۔

۲۔ بعد میں لیفٹننٹ کرنل کے عہدے تک پہنچے۔ مشرقی علوم کے ماہر تھے۔ ایشیاٹک سوسائٹی اوف بنگال کے رکن اور لائبریرین تھے نیز رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے بھی ممبر تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے (رڈک ۱۹۹۸، ۱۳۱، بکلینڈ ۱۹۸۵، ۱۵۴)۔

۳۔ ریو کو یہاں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ اشتہار جو انھوں نے جیمز سٹیفن لوشنگٹن (۱۷۳۴ء۔ ۱۸۰۱ء) سے منسوب کیا ہے یقیناً ان کے کسی بیٹے نے دیا ہو گا۔ جیمز سٹیفن لوشنگٹن تو ۱۸۰۱ء میں انتقال کر چکے تھے۔ البتہ ان کے تین بیٹے ہندوستان کی ایسٹ انڈیا کمپنی میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ ان تینوں کے نام چارلس لوشنگٹن (۱۷۸۵ء۔ ۱۸۶۶ء)، سر جیمز لا لوشنگٹن (۱۷۷۹ء۔ ۱۸۵۹ء) اور سٹیفن رمبولڈ لوشنگٹن (۱۷۷۶ء۔ ۱۸۶۸ء) تھے۔ اگرچہ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان میں کون سے لوشنگٹن ۱۸۲۵ء میں آگرہ میں قائم مقام مجسٹریٹ اور کلکٹر تھے۔ جیمز لا لوشنگٹن ۱۸۲۷ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائریکٹر تھے۔ اسٹیفن لوشنگٹن ۱۸۱۲ء سے ۱۸۳۰ء تک برطانوی پارلیمنٹ کے رکن تھے۔ البتہ چارلس لوشنگٹن مختلف انتظامی عہدوں پر فائز رہے۔ ۱۸۲۵ء میں وہ گورنمنٹ اوف انڈیا میں چیف سیکرٹری کی حیثیت سے خدمات سر انجام دے رہے تھے۔ ہو سکتا ہے اس دوران انھوں نے کچھ عرصہ آگرہ میں مذکورہ خدمات عارضی طور پر سر انجام دی ہوں (بکلینڈ ۱۹۸۵، ۲۵۶، رڈک ۱۹۹۸، ۲۲۱۔ ۲۲)۔

۴۔ مانک چند کی کتاب احوال شہر اکبر آباد کے قلمی نسخے کے بارے میں ریو نے جو معلومات فراہم کی ہیں، ان کے مطابق یہ ۸۰ اوراق پر مشتمل نسخہ ہے جو اکبر آباد یعنی آگرہ کی تاریخ اور جغرافیے نیز اس کی مشہور عمارات، بشمول تاج محل کے بارے میں مجمل معلومات فراہم کرتا ہے۔ (ریو ۱۸۸۳، ۹۵۹)۔

۵۔ اس کا اندازہ یوں ہوتا ہے کہ مصنف نے کتاب کے عہد تصنیف میں مغل بادشاہ اکبر شاہ ثانی (۱۸۰۶۔ ۱۸۳۷ء) کے تخت نشین ہونے کا ذکر کیا ہے (بیگ ۱۹۸۲، ۱۴۳) اور یہ بھی کہ ان دنوں مرزا جہاں گیر شاہ ولی عہد تھے۔ جہان دار شاہ اپنے والد کی زندگی ہی میں ۱۸۲۱ء میں انتقال کر گئے تھے اور ان کے بعد بہادر شاہ ظفر ولی عہد سلطنت قرار پائے۔ چناں چہ کتاب کے آخری حصے میں بہادر شاہ کی ولی عہدی کا ذکر ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کی تصنیف کا آغاز ۱۸۲۱ء سے قبل ہوا۔

۶۔ سر چارلس تھیوفیلس میٹکاف دو مرتبہ دہلی دربار میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی جانب سے ریزیڈنٹ کے عہدے پر تعینات رہے۔ پہلی بار ۱۸۱۱ء سے ۱۸۱۹ء تک اور دوسری مرتبہ ۱۸۲۵ء سے ۱۸۲۷ء تک۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کا زمانۂ تصنیف ۱۸۲۷ سے قبل کا ہے۔

۷۔ زرِ چوکیداری سے مراد وہ محصول ہے جو انگریزی انتظامیہ کی طرف سے دلی کے شہریوں پر ان کے حفاظتی انتظامات کے عوض میں لاگو کیا گیا تھا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی اس ضمن میں ایک مکتوب میں لکھتے ہیں: ''ان ساری دشواریوں کے باوجود سر چارلس میٹکاف بہادر کی پیشی سے حکم ہوا کہ ہم غریب 'زرِ چوکیداری' ادا کریں اگرچہ کبھی سلاطین کے زمانے میں یہ رسم نہیں ہوئی مگر 'حکم حاکم، مرگِ مفاجات' سمجھ کر اسے بھی قبول کیا اور اب تک ادا کرتے رہے۔ اب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا نیا حکم آیا ہے جس میں انھوں نے ہر گلی کوچے میں پھاٹک تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے جس کا فائدہ نہ پہلے کچھ تھا، نہ آئندہ کچھ ہو سکتا ہے۔'' نثار احمد فاروقی، ''مولانا فضل حق خیر آبادی کا ایک غیر مطبوع خط''، سہ ماہی نوائے ادب، بمبئی، ص ۴۶ مشمولہ محمد فضل حق خیر آبادی، باغی ہندوستان، مترجمہ عبد الشاہد خان شروانی (لاہور: مکتبۂ قادریہ، ۱۹۷۴ء)، ص ۱۶۔ سر چارلس میٹکاف (Charles Theophilus Metcalfe: 1785-1846) دو مرتبہ دہلی کے ریزیڈنٹ رہے۔ پہلا دور ۱۸۱۱ء تا ۱۸۱۸ء اور دوسرا دور ۱۸۲۵ء تا ۱۸۲۷ء کے عرصے پر محیط تھا۔

۸۔ اس رپورٹ میں گیارہ دروازوں کا ذکر ہے جب کہ کم و بیش بیس برس بعد سر سید احمد خان نے آثار الصنادید میں شاہجہاں آباد کے تیرہ دروازوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک مسدود ہو چکا تھا۔ اس مسدود دروازے کا نام پتھر گھٹی دروازہ تھا۔ اس کے علاوہ سر سید نے خضری دروازہ کا بھی ذکر کیا ہے (خان ۲۰۱۷، ۱۶۶)۔ ممکن ہے کہ ان غیر مذکور دروازوں پر دربان مورر نہ ہوں اس لیے رپورٹ میں ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔

۹۔ یہاں صرف چار دریچوں یا کھڑکیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ سر سید احمد خان نے آثار الصنادید میں شہر پناہ کی سولہ کھڑکیوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے دو- اجمیری دروازے کی کھڑکی اور سید بھولے کی کھڑکی- مسدود ہو چکی تھیں۔ دیگر کھڑکیوں میں نواب احمد بخش خان کی کھڑکی، نواب غازی الدین خان کی کھڑکی، مثمن برج کی کھڑکی، سلیم گڑھ کی کھڑکی، نصیر گنج کی کھڑکی، نئی کھڑکی، شاہ گنج کی کھڑکی، بلند باغ کی کھڑکی، امیر خان کی کھڑکی اور کلیل خان کی کھڑکی شامل ہیں۔ ایضاً۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کھڑکیاں بعد میں بنائی گئی تھیں یا دربانوں سے محروم تھیں۔

۱۰۔ اس رپورٹ میں صرف تین سرائے مذکور ہیں مگر کم و بیش اسی زمانے میں لکھی گئی کتاب سیر المنازل میں کئی اور سرائیں بھی مذکور ہیں جن میں چھوٹی سرائے، سرائے قلیچ خان، سرائے خضر آباد، سرائے مہتاب خان، سرائے جولینہ، خواجہ کی سرائے شامل ہیں (بیگ ۱۹۸۲ء, ۲۳۵)۔ اس رپورٹ کے بیس برس بعد ۱۸۵۴ میں لکھی گئی رام جی داس کی کتاب میں سولہ سراؤں کے نام درج ہیں (داس ۱۸۵۴ء)۔

کتابیات:

آبادی, محمد فضل حق. ۱۹۷۴. باغی ہندوستان. ترجمہ عبد الشاہد خان شروانی. لاہور: مکتبہ قادریہ.

بکلینڈ, (C.E. Buckland) سی۔ ای۔. ۱۹۸۵. *Dictionary of Indian Biography*. لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز.

بیگ, مرزا سنگین. ۲۰۱۷. *Sairul Manazil*. ترتیب و تدوین سواپنا لڈل. ترجمہ نوشین جعفری. دہلی.

—. ۱۹۸۲. سیر المنازل (*فارسی متن مع اردو ترجمہ*). ترتیب و تدوین شریف حسین قاسمی. ترجمہ شریف حسین قاسمی. دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ.

چناے, شمع مترا, مدیر. ۲۰۱۸. *Delhi in Transition: 1821 and Beyond*. ترجمہ شمع مترا چناے. دہلی: اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس.

خان, سید احمد. ۲۰۱۷. آثار الصنادید. ترتیب و تدوین حیات رضوی. کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان.

داس, رام جی. غیر مطبوعہ. تاریخ و آثارِ دہلی. ترتیب و تدوین معین الدین عقیل.

—. ۱۸۵۴. ذکر امورات عام ضلع دہلی. ترتیب و تدوین بذریعہ معین الدین عقیل. قلمی نسخہ، مملوکہ معین الدین عقیل.

رڈک, جان ایف۔ (Riddick, John F.). ۱۹۹۸. *Who was Who in British India*. ویسٹ پورٹ، کنیکٹکٹ، لندن: گرین وڈ پریس.

ریو, چارلس. ۱۸۸۳. *Catalogue of the Persian Manuscripts in the British Museum*. لندن: لونگ مین اینڈ کمپنی.

عارف, نجیبہ. اکتوبر ۲۰۱۱۔ جون ۲۰۱۲. "انیسویں صدی کے اوائل کی دلی: اعداد و شمار کے آئینے میں." صحیفہ (شمارہ ۲۰۷۔۲۰۹): ۲۷۔۵۶.

Abstract

This article shares statistics about the places and people of Delhi in the early eighteenth century contained in a manuscript, archived in the section of Oriental Manuscripts of Adembra University. The East India Company (EIC) used to carry out such surveys through its native's informants. The manuscript is believed to be a survey carried out at the behest of the EIC. Statistics of the city produced to show the nature of the information contained: police stations and kotwaals and policemen of other ranks posted there; the gates and gate keepers manned there; some of the known Ajmeri door, Kashmiri door, Badro door, Lahore door, Delhi door and many more; number of people such men, women, boys and girls; names of 57 prominent people lending money; 49 rich people of the city; 19 known tabeeb (physicians) of the city; houses and madrasas (seminaries) of the different natures; graveyards, mortals, main-roads of the city; known place of the city; and wells of sweet and sour water for city and etc.

Keywords: Old Delhi survey, EIC, statistics of Delhi